قسط نمبر ۱۵

فلسفہ، علم اور قرآن

پر ایمان کی کہانی

الشیخ ندیم الجسر ☆ ترجمہ: ڈاکٹر پیر محمد حسن

حیران بن الاضعف کہتا ہے ، شیخ سے رخصت ہونے کے بعد میں نے تمام رات غم اور بے چینی میں گزاری۔ جب صبح ہونے کو تھی تو مجھے اُونگھ آگئی۔ میں نے اپنے باپ کو اپنے گھر میں قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان کی تلاوت میں سے مجھے صرف یہ آیت سنائی دی :۔

ومن الناس من یجادل فی اللہ ۔ (بعض لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں)

تلاوت ختم کرنے کے بعد میرے والد میری طرف مسکراتے ہوئے متوجہ ہوئے اور کہا ، اے حیران ! کیا تو قرآن نہیں پڑھتا ؟ مگر بیشتر اس کے کہ میں انہیں جواب دے سکوں ، میری آنکھ کھل گئی ۔ اس خواب سے مجھے سخت بے چینی ہوئی اور میں سمجھ گیا کہ میرا باپ مجھ سے خوش نہیں ہے ۔ چنانچہ دن بھر میں مغموم رہا۔

جب شیخ سے ملنے کا وقت آیا تو میں اُن کے پاس گیا تو اُنھیں قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے پایا۔ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اور جو کچھ میں اُس وقت دیکھ رہا تھا ، دونوں میں اس موافقت سے مجھے تعجب ہُوا ۔ اور جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ میں آگیا ہوں تو تلاوت ختم کر دی اور میری طرف متوجہ ہوتے ۔ مجھے مغموم و پریشان خیال دیکھ کر کہا ۔ حیران ! کیا بات ہے ؟

حیران : کوئی بات نہیں ۔

شیخ : مگر میں تجھے مغموم پاتا ہوں ۔

حیران : میں نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا ہے ۔

شیخ : یہ تو اچھی بات ہے ۔ مغموم ہونے کی کون سی بات ہے ۔

حیران : میں نے اپنے باپ کو قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔ مگر صرف یہ ایک آیت تلاوت

کرتے ہوئے سُنا ہے۔ ومن الناس من یجادل فی اللہ۔ انھوں نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور کہا۔ اے حیران! کیا تو قرآن کی تلاوت نہیں کیا کرتا؟ مگر پیشتر اس کے کہ میں انہیں جواب دوں، میری آنکھ کھل گئی۔ اس خواب سے مجھے سخت بے چینی ہوئی، اور اس سے میں یہ سمجھا کہ میرے والد مجھ سے خوش نہیں ہیں۔ اس لئے کہ میں فلسفہ کے پیچھے لگا ہوں اور قرآن کو نہیں پڑھتا۔

شیخ: کیا تو کل رات سپینوزا کے اقوال پر غور وفکر کرتے سویا تھا۔؟

حیران: ہاں اللہ کی قسم۔ میں بے چین اور مغموم تھا۔

شیخ: کس لئے؟ کیا تو نے وحدۃ الوجود کے بارے میں اس کے کلام میں کوئی معقول بات پائی ہے؟

حیران: اللہ کی قسم نہیں۔ لیکن جب میں آپ کے ہاں سے گیا ہوں تو میں اس بات سے تعجب میں تھا کہ کہیں یہ بڑی بڑی عقلیں گمراہی کے گڑھے میں نہ جا پڑیں اور شیطان نے میرے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ شخص مجھ سے زیادہ عقل والا ہے۔ زیادہ سلیم الفکر ہے اور مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ لہذا کیسے ہو سکتا ہے کہ جو دلائل شیخ نے بیان کئے ہیں، انہیں یہ نہ سمجھ سکے۔

شیخ: اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں اس بارے میں شک ہے کہ شیخ کے دلائل درست ہیں یا نہیں۔

حیران: استغفراللہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ میں اس کے کلام پر تنقید کرنے میں آپ کا ساتھ دے رہا تھا۔

شیخ: تجھے اپنے دلائل اور شیخ کے دلائل کے درست ہونے پر شک ہوگا۔ کیوں کہ تیرے دل پر اس مشہور فلسفی کی عظمت غالب آ چکی تھی۔ لیکن اگر میں تمہارے سامنے سپینوزا کے ان معاصر فلسفیوں کا ذکر کروں، جن کی شہرت اس سے بھی زیادہ ہے اور تو یہ بھی دیکھ لے کہ براہینِ عقلیہ قاطعہ کے ذریعہ سے ان سب کا خالق عظیم اللہ کے وجود پر ایمان ہے تو پھر تو کیا کہے گا۔

اے حیران! مجھے معلوم ہے کہ تم اور تمہاری عمر کے جتنے نوجوان ہیں، ان کے دل میں ان مشہور فلاسفہ کی عظمت اس قدر جاگزین ہے جس کے ہوتے ہوئے مجھ پر اعتماد اور اسلامی فلاسفہ پر اعتماد کبھی مفید نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں تو کسی اور فلسفی کی اسی قدر تعظیم ہی کارگر ہو سکتی ہے۔ ایسا فلسفی جو قدر و منزلت اور شہرت کے اعتبار سے پہلے کے برابر ہو۔ اگر میں تمہیں یکے بعد دیگرے تین ایسے فلسفیوں کے متعلق بتلاؤں جن میں سے ہر ایک سپینوزا سے بڑے مقام والا، زیادہ مشہور، زیادہ سچ کہنے والا،

زیادہ قطعی دلیل دینے والا اور زیادہ واضح بیان والا نیز یہ کہ سب اسی طرح اللہ پر ایمان رکھتے ہوں جس طرح یہ فقیر بندہ تمہارا شیخ۔ اور جس طرح غزالی اور دیگر فلسفی اور متکلمین ایمان رکھتے ہیں تو پھر تم کیا کہو گے۔

حیران: میں یہی تو چاہتا ہوں۔ یقیناً آپ اللہ کے نور سے دیکھ رہے ہیں۔

شیخ: اے حیران! تمہارا خواب ایک سچا خواب ہے۔ قرآن میں دو آیتیں ہیں جن کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:۔ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علمٍ۔ ایک تو سورۃ لقمان کی آیت ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علمٍ ولا ھدیً ولا کتابٍ منیرٍ (بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم کے بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب جھگڑتے ہیں)۔ اور دوسری سورۃ حج میں ہے:۔ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علمٍ ویتبع کلَّ شیطانٍ مریدٍ کتب علیہ انہ من تولاہ فانہ یضلہ ویہدیہ الی عذاب السعیر۔ (بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑتے ہیں اور ہر شیطان بے حکم کی اطاعت کرتے ہیں، جس کی قسمت میں لکھا ہے کہ جو کوئی اس کا رفیق ہو، سو وہ اُس کو بہکا دے اور لے جائے عذاب میں دوزخ کے) اور جو خواب تو نے دیکھا ہے، وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سپینوزا اور اس قسم کے دوسرے فلاسفہ سب ان لوگوں میں سے ہیں، جو بغیر علم کے بغیر ھدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ اور اسی نفس کے شیطان کی تابعداری کر رہے ہیں، جو برائی کا حکم دیتا ہے۔ اور تمہارے باپ نے جو تم سے تلاوتِ قرآن کے متعلق سوال کیا ہے، وہ بھی صرف اس لئے کیا ہے کہ وہ تجھے ان آیات کے تلاش کرنے پر اکسائے۔ ایسی آیات جن میں اللہ پر دلالت کرنے والے بلند دلائل اور قاطع براہین پائے جاتے ہیں۔ اور یہ دلائل ہر طریقے میں دیئے گئے ہیں۔ فلاسفہ اور متکلمین میں سے جسے اللہ نے ھدایت دینی چاہی، اُس نے اُن کی طرف ہدایت پالی۔

حیران: خدا آپ سے ہر طرح کی تنگی اور مصیبت دُور کرے، جس طرح کہ آپ نے میری مصیبت کو دُور کیا ہے لیکن آپ ان آیات کو جو اللہ پر دلالت کرتی ہیں، شرح و بسط سے کیوں نہیں بیان کرتے؟

شیخ: صبر کرو میں ابھی اس ترتیب کے مطابق جو میں نے ذہن میں تمہارے لئے بنا رکھی ہے، شرح و بسط سے بیان کروں گا۔

حیران: وہ تین بڑے فلاسفہ، جن کے متعلق جناب مجھے بتانا چاہتے ہیں، کون ہیں؟

شیخ: پہلا تو لوک ہے، دوسرا لائبنز اور تیسرا عمانوئیل کانت۔

حیران: ٹھیک، میں نے فلسفہ کے طلبا کی زبانی بالعموم ان کا ذکر سنا ہے۔ تو لوک کیا کہتا ہے؟

شیخ: جب ہالینڈ کا یہودی سپینوزا اپنی متناقض مابعد الطبیعیات کی بنا پر وحدۃ الوجود میں غرق تھا، تو اس وقت لوک جو اسی سال پیدا ہوا جس سال کہ سپینوزا، انسانی ادراک[۱] کے بارے میں اپنے مضمون کو بغل میں لئے ہوتے اور اپنے ہاتھ میں سلیم العقل منطق کو لئے ہوئے خیالات اور اوہام سے دور اللہ کے وجود کا معترف یہ اقرار کرتے ہوئے کہ عقل ان اسرار غیب کے ادراک سے عاجز ہے جن [illegible]ک کے لئے اسے پیدا ہی نہیں کیا گیا۔ آبنائے انگلستان کے دوسرے کنارے (یعنی جزیرہ برطانیہ میں) پر کھڑا تھا۔

رہی معرفت تو لوک بادی الرائی میں افکار فطریہ (INNATE IDEAS) کا منکر ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ تمام کے تمام افکار، خواہ کسی قسم کے ہوں، تجربہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر بعض امور ہمیں بدیہی معلوم ہوتے ہیں، اس لئے کہ عقل انہیں دیکھتے ہی پا لیتی ہے۔ لہذا ہم انہیں افکار فطریہ خیال کر لیتے ہیں۔ اور اگر ہم وحشی لوگوں اور بچوں کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ انہیں اس بدیہی بات کا پتہ ہی نہیں۔ یہیں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہماری عقلیں ایک سفید تختی جس پر کچھ لکھا ہوا نہیں، کی طرح ہر قسم کے فکر سے خالی پیدا کی گئی ہیں۔ مگر ہم اپنی زندگی میں تجربہ سے افکار و معارف پیدا کر لیتے ہیں۔ یہ تجربہ خارجی طور پر احساس سے ہوتا ہے اور پھر باطنی طور پر غور و خوض سے۔ چنانچہ حواس محسوسات کا ایک مجموعہ عقل تک پہنچا دیتے ہیں اور عقل انہیں محفوظ کرنا، انہیں جمع کرنا اور باہم ملانا اور ان کے باہمی تعلقات کو سمجھنا شروع کر دیتی ہے۔ اسی اندرونی غور و فکر سے عقل ان اولیات بدیہیہ تک پہنچ جاتی ہے، جنہیں ہم افکار فطریہ خیال کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ درحقیقت وہ افکار ہوتے ہیں، جنہیں عقل تجربہ سے تکوین دیتی ہے۔

[حیر]ان: جب لوک افکار فطریہ کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ یہ وہ پہلی چیزیں ہیں، جو ہماری عقلوں میں راسخ ہوئی ہوتی ہیں تو پھر ہم حق کو کیسے پہچان سکتے ہیں۔ اور وہ کون سی بنیاد ہوگی جس کی بنا پر ہم کسی فکر کے صحیح یا

[۱] ESSAY ON HUMAN UNDERSTANDING

غیر صحیح ہونے کا حکم لگا سکیں۔

شیخ: یہ سوال میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا اس لئے کہ نتیجہ کے اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کہ یہ اولیات فطری طور پر ہمارے اندر راسخ ہوں۔ یا ہماری عقلوں کے قائم کردہ ہوں۔ اہم بات تو یہ ہے کہ ہم تمام انسان اس بات پر متفق ہیں کہ ہماری عقلوں میں ایسے اولیات بدیہیہ پائے جاتے ہیں، جنہیں ہم تحقیق و فکر کے لئے بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ ہم فکر کی صحت و عدم صحت پر بحث کر سکتے ہیں۔ اور ہم سب ان اولیاتِ بدیہیہ کے سچا ہونے پر متفق ہیں۔

مگر لوک نے لوٹ کر ضمناً پھر افکارِ فطریہ کا اعتراف کیا ہے۔ اور ان کا نام افکارِ تمثیلیہ رکھا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔ ہمارے ذہنوں کے اندر حقائق اشیاء کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ انہی نمونوں پر ہمارے تخیلات کا قیاس ہوتا ہے۔ اور ہم خطا اور صواب کو پہچان جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ مطابقت کسی شے کے تخیل اور اس نمونے کے درمیان، جو اس چیز کے متعلق ہماری عقلوں میں پایا جاتا ہے، جس قدر تام اور واضح ہو گی، اسی قدر ہماری معرفت صحت کے زیادہ قریب ہو گی۔ یہاں لوک معارف کی تین قسمیں کرتا ہے:-

۱۔ معرفت بدیہیہ۔ یہ بداہتہً عقل کے ادراک سے اتمام پذیر ہوتی ہے، بدوں اس کے کہ فکر اور نمونہ کے درمیان جو مطابقت پائی جاتی ہے، اس کی دلیل پیش کی جائے۔

۲۔ معرفتِ برہانیہ۔ اس کی تکمیل فکر اور نمونہ کے درمیان جو مطابقت پائی جاتی ہے، اس پر دلیل پیش کرنے کے بعد ہی ہوتی ہے۔

۳۔ معرفت غامضہ۔ جس کی کوئی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔ اور یہ عالم مادی کی معرفت ہے۔ چنانچہ ہم ان اشیاء کو پہچانتے ہیں، جن کا ادراک ہم حواس کے ذریعے کرتے ہیں مگر یہ معرفت نہ بدیہی قسم کی ہوتی ہے اور نہ برہانی قسم کی۔ کیونکہ ہم اس مادی چیز کی صحیح معرفت پر جسے ہم دیکھتے ہیں کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ اور اس مادی چیز کا جس کا خارج میں حقیقی وجود پایا جاتا ہے، جو ادراک ہم کرتے ہیں وہ دراصل اس چیز کی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ ہم تو صرف اس کے ظاہری اُمور کا ادراک کرتے ہیں۔ اور اس کی کُنہ اور حقیقت کو نہیں پہچانتے۔ اسی وجہ سے اس مادی دنیا کے متعلق ہماری معرفت، معرفتِ غامضہ ہے۔

حیران: کیا لوک حقیقت کے جاننے کے امکان کا منکر ہے۔ جس طرح کہ سوفسطائی اور شک کرنے والے منکر تھے

شیخ: میں دیکھ رہا ہوں کہ جو کچھ کہ میں کہہ رہا ہوں اور تم اسے اپنے ہاتھ سے لکھ رہے ہو، اس کو تم نہیں سمجھ رہے۔
لوک یہ کہتا ہے:- ایسے بدیہیات پائے جاتے ہیں، جن کا ہم براہ راست اور بغیر کسی قسم کی دلیل کے ادراک کر لیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ کُل جزء سے بڑا ہے۔ اور یہ کہ نقیض کی دو طرفوں میں سے ایک سچی اور دوسری جھوٹی ہوگی۔ پھر بعض معارف ایسے ہیں، جنہیں ہم بذریعہ دلیل معلوم کر لیتے ہیں۔ مثلاً علم ریاضی کے مسائل کہ ہم دلیل کے ذریعہ پوری پوری حقیقت معلوم کر لیتے ہیں۔ لیکن مادی اشیاء کی معرفت نہ بدیہی ہے اور نہ اس پر کوئی دلیل پیش کی جا سکتی ہے۔ جس طرح کہ ہم ریاضی کے مسائل میں پیش کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک سطحی اور مبہم سے معرفت ہوتی ہے۔ لوک یہ نہیں کہتا کہ مادی دنیا کے متعلق ہمارا علم ایک وہمی علم ہے، جس میں کوئی صحت نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اس کا مقصد صرف اتنا ہے کہ معرفت کی یہ قسم مبہم ہے، جو معرفت بدیہی اور برہانی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن ان کے صحیح ہونے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ تمام بشری سلیم عقلیں اس بات پر متفق ہیں کہ یہ ایک قسم کی حس کی صورتوں کا ادراک کر سکتی ہیں۔ اور ایک ہی صفت کے ساتھ اشیاء کا وصف بیان کر سکتی ہیں۔ لہذا اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا کہ جو صورتیں ہمارے ذہنوں میں پائی جاتی ہیں اور جو خارج میں ہیں، دونوں میں مطابقت پائی جاتی ہے۔ مگر اس پر دلیل پیش کرنا ممکن نہیں۔ لہذا ہمارے لئے مادی شے کی حقیقت کو بذاتہ معلوم کرنا اس یقین کے ساتھ ممکن نہیں، جس کے ساتھ ہم بدیہی مسائل کو معلوم کرتے ہیں۔ اور نہ اس یقین کے ساتھ جو برہانی مسائل سے ہمارے ذہنوں میں گھر کر جاتا ہے۔

حیران: لوک اللہ تعالیٰ کے وجود کے متعلق ہمارے فکر نیز امور غیب کے متعلق ہمارے علم کو ان قسموں میں سے کون سی قسم میں شمار کرتا ہے؟

شیخ: اب لوک کے متعلق تم پر یہ امر روشن ہو جائے گا کہ جب وہ اللہ کے وجود کے ادراک اور امورِ غیب کے ادراک میں فرق کرتا ہے، تو اس کا تخیل بلند ہوتا ہے اور اس کا ذہن متوازن ہوتا ہے۔
وہ کہتا ہے: ہمیں اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں کامل یقین ہے۔ جب ہم اپنے نفس، اپنے حواس اور اپنی عقل و ذکا پر غور کرتے ہیں تو اس یقین تک پہنچ کر یہ بات بداہتہً سمجھ جاتے ہیں کہ انسان کا عدم سے پیدا ہونا ناممکن ہے۔ لہذا اللہ تعالےٰ کے وجود کو جاننا "معرفۃ برھانی" ہے، جو معرفت بدیہیہ کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس لئے کہ ہمارا وجود جو معرفت بدیہیہ کی قسم میں شامل ہے۔

جیساکہ دیکارٹ کہتا ہے، اللہ کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح جو ابداع۔ نظام۔ اتقان اور پختگی ہم میں اور جہاں میں پائی جاتی ہے، وہ خالق ازلی قادر علیم وحکیم کی محتاج ہے۔

رہے دیگر امور غیبیہ۔ مثلاً اس خالق کی حقیقت کے متعلق بحث، روح کی حقیقت کے متعلق بحث۔ خود اشیاء کی حقیقت کی بحث۔ ان سب کا جواب لوک ایسی دانائی سے دیتا ہے جسے تجھے حفظ کر لینا چاہیئے جس طرح تو عالم فلسفیوں کی حکیمانہ باتوں کو یاد رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے :-

اگر لوگ اپنی عقلی قوتوں کی اچھی طرح سے تحقیق کریں اور اس فضا سے پردہ اُٹھا دیں جو روشن اور تاریک اجزاء کو جدا کرتا ہے۔ اور ممکن الفہم اور غیر ممکن الفہم اُمور کے متعلق بھی فرق کر لیں تو وہ تاریک پہلو کے متعلق اپنی لاعلمی پر مطمئن ہو جائیں گے۔ اور اس پر راضی ہوں گے اور اپنے افکار اور تحقیقات کو دوسری جانب اس طرح استعمال کریں گے، جس سے زیادہ اطمینان پیدا ہو، اور زیادہ سودمند ہو۔

حیران : جناب شیخ صاحب! مجھے معلوم ہے کہ میرے ملک میں انہی معنوں اور لفظوں میں ہندی فلسفہ پایا جاتا ہے۔

شیخ : سچ ہے کہ ہندی فلسفہ لوک کے کلام سے لفظاً اور معنی دونوں طرح متفق ہے۔ اس کا ذکر بیرونی نے اپنی کتاب "تحقیق ماللہند من مقولۃ" میں کیا ہے۔ یہ حکمت اس کی قائل ہے۔ جس جگہ پر شعاع پہنچتی ہے، اس کا جاننا ہمارے لئے کافی ہے۔ اور جہاں شعاع نہیں پہنچتی، اس کی ہمیں ضرورت نہیں۔ خواہ بذات خود کتنی بڑی ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا جہاں شعاع نہیں پہنچتی اس کا احساس بھی ادراک نہیں کرتے اور جسے بذریعہ حس معلوم نہ کیا جا سکے، وہ نامعلوم چیز ہے۔

اے حیران! مشہور سلیم عقلیں اسی طرح ایک دوسرے سے ملتی اور حق پر بغیر اختلاف کے متفق ہوتی ہیں۔ اور جب حق سے تجاوز کر جاتی ہیں تو پھسل جاتی اور ٹھوکر کھاتی ہیں، جس طرح سپینوزا کو ٹھوکر لگی۔

حیران : مولانا اور فرمائیں۔ اور فرمائیں۔ لائبنزا ور کائنات کے متعلق مجھے کچھ سنائیں۔

شیخ : میں ابھی اور بیان کروں گا تاآنکہ تو خوش ہو جائے۔ لیکن آج رات میں کائنات کے متعلق تجھے کچھ نہ سُنا سکوں گا آج صرف لائبنز کا ذکر کروں گا۔

حیران: کیا لائیبنز اپنے ساتھی لوک کے ساتھ اس کی بلند آراء میں اتفاق کرتا ہے۔

شیخ: کہیں وہ اس سے اتفاق رکھتا ہے، کہیں اُس کی مخالفت کرتا ہے۔ ایک اعتبار سے اس سے بلند ہو جاتا ہے اور ایک اور اعتبار سے اُس سے کم درجہ کا رہتا ہے۔

حیران: یہ کیسے؟

شیخ: یہ ایمان میں تو اس کی موافقت کرتا ہے۔ دلائل کی گہرائی میں اس سے اونچا جاتا ہے۔ اور یہ کہ ذہن کی مثال ایک سفید تختی کی ہے، جس پر کچھ لکھا ہوا نہیں، اس کی مخالفت کرتا ہے۔ لیکن جب یہ اس کی حکمت کی مخالفت کرتا ہے اور ان حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔ جہاں شعاع پہنچتی ہے تو یہ پھسل کر منہ کے بل گر پڑتا ہے۔ یہ جرمن کا طباع و ذہین انسان اپنے علم کے اعتبار سے بڑا انسان تھا۔ اپنے افکار میں گہرا تھا۔ بالخصوص جب کہ یہ معرفت، وجود، خلق اور خالق کے فلسفہ کی بحث کرتا ہے۔ لیکن جب اس نے مادی اور روحانی پہلو کی حقیقت کا وصف بیان کرنا چاہا۔ تو لغزش کھائی۔ جیسے ہم روح اور مادہ کے درمیان اتصال خیال کرتے ہیں یہ اس کی تفسیر کرتا ہے۔

لائیبنز ابتدا میں افکار فطریہ کے بارے میں دیکارت کی رائے کو قبول کرتا تھا۔ وہ لوک کی، جب وہ یہ کہتا ہے: "ہماری عقلیں اصل میں 'سفید تختی' کی طرح ہوتی ہیں اور اسے معارف اور اولیاتِ عقلیہ تجربہ ہی سے حاصل ہوتے ہیں" مخالفت کرتا ہے لیکن وہ اپنی کتاب "عقلِ[1] انسانی کے جدید تجربات" میں ایک درمیانی رائے قائم کر کے دیکارت اور لوک کے مابین نہایت عمدہ موافقت پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے:-

جب ہم معرفت کا دارومدار صرف تجربہ پر رکھتے ہیں تو ہمارے لئے یہ کبھی بھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ ہم معرفت کی تشریح کریں۔ تجربہ ہی ہر چیز نہیں ہے جیسا کہ لوک کا خیال ہے۔ لیکن ہم میں ایسے ضروری اور کُلی حقائق پائے جاتے ہیں جو تجربہ سے بھی بلند تر ہوتے ہیں مگر تجربہ ان کی وضاحت کرتا ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ حقائق اولیہ ضروریہ ہماری عقلوں میں فطری طور پر "بالقوۃ" موجود ہیں، مگر ہم ان کو تجربہ کے ذریعہ سے ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ اگر تجربہ نہ ہوتا تو یہ بھی ہمارے لئے نہ کھلتے۔

---

[1] لائیبنز نے اسی کتاب میں لوک (LOCKE) کے مضامین پر تنقید کی ہے۔ (مترجم)

مگر تجربہ ان کو پیدا نہیں کرتا۔ لائبنز اسی گہرے مفہوم کی تعبیر جسے بعد میں کانت نے اختیار کیا، اپنے اس مشہور قول سے کرتا ہے: "عقل کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو حواس سے نہ آتی ہو، سوائے اس کے کہ وہ چیز خود عقل ہی ہو۔"

لائبنز افکارِ فطریہ یعنی مبادیٔ عقلیہ ضروریہ کے وجود کا اثبات کرنے کے بعد آگے بڑھتا ہے اور انہی مبادیٔ عقلیہ ضروریہ کی بنیاد پر استدلال پیش کرتا ہے تاکہ وہ ایجادِ موجود اور مُوجِد کے مسئلہ کو حل کر سکے۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرتا ہے اور یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ وہ صفاتِ کمال سے متصف ہے۔ نیز اس نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جہاں کو اللہ نے پیدا کیا اور یہ کہ عدم سے مخلوق کا پیدا کرنا ممکن ہے۔

حیران: اس نے یہ عقدہ کیسے حل کر لیا، جس کے حل کرنے سے بہت سے ماہرین کی عقلیں قاصر رہیں۔

شیخ: اس نے اس کا حل خود اسی استدلال کے ذریعہ کیا ہے جس کا ذکر فارابی، ابن سینا، دیکارت اور لوک نے کیا ہے۔ مگر اس کا بیان نہایت عمدہ اور اس پر ایمان عظیم ہے۔ چنانچہ اُس نے اس استدلال کو عقلی طور پر عمدہ قوی قطعی اور واضح انداز میں پیش کیا ہے کہ ایک صاحبِ عقل و خرد آدمی کو اُس کے ماننے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ اب حیران سنو کہ وہ کیا کہتا ہے۔

حیران: مولانا! میں ہمہ تن گوش ہوں۔

شیخ: لائبنز کہتا ہے:- ہر حقیقت عقلیہ، جس کا تقرر خواہ اثبات میں ہو خواہ نفی میں، عقل کرتی ہو۔ اس کے لئے اس حقیقتِ عقلیہ کے اثبات اور نفی کے ضمن میں ضروری ہے کہ وہ دو عقلی اور ضروری اصولوں پر اعتماد کرے۔ یہ دو اصول "مبدا، تناقض" اور "مبدا، علت کافیہ" ہیں۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ ہر چیز کے لئے جس کا ہم تصور کرتے ہیں، ضروری ہے کہ وہ یا ممکن ہو یا ناممکن یا واجب۔ ہر وہ چیز جس کے وقوع کا تصور تناقضِ عقلی کا موجب ہو، وہ ناممکن ہوتی ہے۔ ہر وہ چیز جس کے وقوع کا تصور تناقضِ عقلی کا موجب نہیں، وہ ممکن ہے۔ اور ہر وہ چیز جس کے واقع نہ ہونے کا تصور تناقضِ عقلی کا موجب ہو، وہ واجب ہے۔

اسی طرح ہر واقع ہونے والی چیز کے لئے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں، علیتِ ضروری کے قانون کی بنیاد پر ایسی علت کا ہونا ضروری ہے جو اس کے واقع ہونے کا سبب ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ یہ علت اس کے واقع ہونے کے لئے کافی ہو۔ اور یہ کہنا کہ اس کے واقع ہونے کے لئے "علت کافیہ" کا وجود نہیں ہے، تناقضِ عقلی کا موجب ہے۔ (مسلسل)